دوسری قسط

از ریٹائرڈ میجر امیر افضل خان

افواج پاکستان میں قادیانی افسروں کے کردار سے ایک ریٹائرڈ فوجی افسر پردہ اٹھاتے ہیں۔ مدیر الحق کے نام ان کے مکتوب کی دوسری قسط ملاحظہ فرمایئے اور اس موضوع پر اظہار خیال کیجئے۔ ادارہ

قادیان سے اسرائیل تک

سازشیں ہی سازشیں

قادیانیوں کی سازش اتنی گہری ہے اور اتنے پھیلاؤ میں ہے کہ ملک کا گوشہ گوشہ اور زندگی کے ہر پہلو میں ایسی رچی بسی ہوئی ہے کہ ہم از خود بعض دفعہ دانستہ طور پر اور بعض دفعہ نادانستہ طور پر ان سازشیوں کے ہاتھ میں کھیلتے رہتے ہیں۔ سازش کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو مسلمان نہ رہنے دو۔ اور بقول علامہ اقبال کہ جو شیطان اپنے چیلوں کو ہدایت کرتا ہے کہ ان مسلمانوں کے قلب سے روح محمدی نکال دو۔ اسی اصول کو مدنظر رکھا جاتا ہے کہ رسول عربی ﷺ کے اسلام پر پردے ڈال دو۔ ماڈرن اسلام۔ سرسید کا اسلام اور پرویزی اسلام وغیرہ۔ سب کی یہ لوگ ہی پرورش کر رہے ہیں۔ غیروں کے فلسفوں پر اسلام کے لیبل چسپاں کرنا۔ غیروں کی باطل اصطلاحوں اور نظریات کو اسلامی اصول کے طور پر پیش کرنا۔ جہاد کو "کوشش" کے معنی پہنانا اور فلسفہ جہاد کو بے جان کرنا۔ اسلامی غیرت کو what swrong will it کے تحت ختم کرنا۔ اور ایسی حرکات کرنا جو مسلمان کا شیوہ نہیں۔ ایک ایک میدان کا اگر مطالعہ پیش کیا جائے تو کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔

بہرحال ہم فی الحال چند فوجی پہلوؤں سے پردہ اٹھائیں گے۔

سیالکوٹ محاذ سے جموں پر حملہ روک دینے کے بعد لیاقت علی نے کرنل ہوبرٹ کی دعوت پر پاکستان آرمی کی جس رجمنٹ کا سب سے پہلے معائنہ کیا وہ کرنل ہوبرٹ کی سولہ پنجاب تھی۔ اس وقت تو ہم بات کی تہہ تک نہ پہنچ سکے لیکن یہ ایک چال تھی۔ لوگوں اور فوجیوں کی توجہ کشمیر کے محاذ سے ہٹانے کا ایک بہانہ تھا کرنل ہوبرٹ نے فوجیوں کو لیاقت کے معائنہ کے لئے پریڈ کی تیاری پر لگا دیا اور محاذ پر جانے کی بجائے فوجی امن کے زمانے کی صفائی اور رجمنٹ وردیوں کے چکر میں پڑ گئے۔

سیالکوٹ کا ڈپٹی کمشنر ایم ایم احمد (غلام کذاب کا پوتا) یہی کام سول کے لئے کر رہا تھا۔ اور آخر اکتوبر ۴۷ء میں لیاقت علی سیالکوٹ پہنچا۔ اس نے کرنل ہوبرٹ اور ایم ایم احمد کے ساتھ خفیہ کانفرنس کی جس میں کرنل ہوبرٹ نے استعفیٰ دے دیا کہ یہ کام اس کے بس کا نہ تھا۔

ادہر قائداعظم حکم پر حکم دے رہا تھا کہ پکی اور لٹا کا فوج کو سرحد سے ہٹا کر سیالکوٹ بھیجا جائے۔ تاکہ بھارت حیدرآباد میں کوئی کارروائی کرے یا جیسے موقع ملے جموں کٹھوعہ روڈ پر حملہ کیا جائے۔ تو تقریباً بریگیڈ فوج نومبر تک سیالکوٹ میں اکٹھا ہو جانا تھا۔ لیکن ساتھ ہی لیاقت علی یہ نہیں چاہتا تھا کہ ادہر سے حملہ ہو۔ اس لئے جنرل گریسی کے ساتھ مل کر اس نے سیالکوٹ محاذ کے لئے بریگیڈیر افتخار خان کو چنا۔ جو انہی دنوں تازہ تازہ ولایت سے کورس کر کے آیا تھا۔ اور چند ماہ کرنل کے عہدہ پر رہ کر بریگیڈیر بنا تھا۔ اس کے ساتھ ایک انگریز "بریگیڈ میجر" کو "منشی" کر دیا گیا۔

سیالکوٹ پہنچ کر ان بریگیڈیر صاحب نے جنگ کی تربیت کی طرف توجہ دینے کی بجائے زیادہ دیر اینٹوں کو چونا لگانے اور چھاؤنی میں باغات لگانے پر دی۔ دراصل جب لیاقت علی سیالکوٹ آیا تھا تو کچھ فوجیوں اور سویلین نے اس کو کھری کھری باتیں سنائیں۔ کہ سیالکوٹ سے حملہ کیوں نہ کیا گیا۔ فوجی سویلین کپڑے پہن کر مجاہدوں کے ساتھ جاتے اور جموں کٹھوعہ روڈ کو کاٹ دیتے۔ لیاقت، اس لئے بریگیڈیر افتخار کی مدد سے ایسے فوجیوں کے منہ بند کرنا چاہتا تھا۔ بریگیڈیر افتخار نے لوگوں کو اتنا ڈرا دھمکا دیا او اینٹوں پر چونا اور صفائی کی غلطیاں نکالتے وقت وہ افسروں پر برس پڑتا تھا، اور لوگ ڈر گئے۔ دسمبر ۴۷ء میں بریگیڈیر افتخار نے چھاؤنی کے تمام افسروں اور سرداروں کو اکٹھا کیا۔ وہاں ایک لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ ان کے منہ کو بند کیا جائے۔ جو کشمیر کے سلسلہ میں کچھ کارروائی کے حق میں تھے۔ اور اس نے یہاں تک کہہ دیا:-

"کچھ سر پھرے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ بھارت کے ساتھ جنگ میں کوئی ہرج نہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ بھارتی فوج ہم سے تین گنا زیادہ ہے۔ ہم ان کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے۔"

افسروں اور سرداروں پہ سکوت چھا گیا لیکن اس گنہ گار سے نہ رہا گیا عرض کی کہ:-

"فوج کو توڑ دیں اور ہمیں گھر چلے جانا چاہیئے۔"

بریگیڈیر صاحب بولے "یہ کیا بکواس ہے" عرض کی۔ "جناب! ایسی باتیں کہنا تو نہ چاہئیں اور اس اپنے آپ کو بے جان تو کہنا چاہیئے۔"

بہرحال یہاں بھی مرزا کذاب والی چال تھی۔ کہ جہاد کو بے جان کیا جا رہا تھا۔ راقم کو وہاں سے تبدیل ،، راہوالی ،، گوجرانوالہ بھیج دیا گیا۔ اور بریگیڈیر افتخار صاحب نے سیالکوٹ کے علاقہ میں فوج کو مکمل کر لیا۔ اور سیالکوٹ کے اردگرد مرالہ تک مجاہدین کا ایسا صفایا کرایا گیا، کہ اکھنور کے محاذ سے بھی مج کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ اور جنوری ۴۸ء تک افتخار صاحب کو "میجر جنرل" بنا کر لاہور تعینات

کہ پورا پنجاب ان کے ماتحت تھا۔ اور ان کا انگریز مشیر اور بریگیڈ میجر ان ہی کے ساتھ لاہور چلا گیا۔ جہاں اس کو کرنل اور جی ون بنا دیا گیا۔

سیالکوٹ، بریگیڈیر محمد موسیٰ صاحب کو دیا گیا جنہوں نے ستمبر ۶۵ء میں رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ اور اس زمانے میں بھی افتخار۔ یا انگریزوں یا قادیانیوں کی سب باتیں جانتے رہے۔ دراصل موسیٰ صاحب کو کمانڈ کا کوئی تجربہ نہ تھا اور آگے بھی زیادہ عرصہ بریگیڈ کی کمانڈ نہ کی۔ اور ڈویژن کی کمانڈ بھی ایسی جگہ کی جہاں پر کوئی خاص فوجی کام نہ تھا۔ کہ اس کو "لنگڑا ڈویژن" کہتے تھے کہ اس میں دو بریگیڈ تھے۔ اور لوگ چھاؤنیوں میں پڑے رہتے تھے۔

ہماری بدقسمتی کہ یہی موسیٰ صاحب ہمارے کمانڈر بنے اور اس کی واحد وجہ یہ تھی۔ کہ انہوں نے زیادہ نوکری انگریزوں کی خفیہ سروس میں کی تھی۔ اور یہی بات ان کو پاکستان میں اتنا اونچا لے گئی۔ ان جنرل افتخار صاحب کے بارے میں بھی مشہور تھا کہ انہوں نے پاکستان میں پہلا کمانڈر انچیف بننا تھا۔ لیکن وہ جہاز کے حادثہ میں ہلاک ہو گئے۔ اور ایوب خان کمانڈر انچیف بن گیا۔ اور اس نے جو چاند چڑھائے ان سے پھر کبھی پردہ اٹھایا جائے گا۔ اور اگر افتخار صاحب کمانڈر انچیف بن جاتے تو وہ بھی انگریزوں کے آدمی تھے تو انہوں نے بھی وہی کرنا تھا جو بعد میں ایوب خان نے کیا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جس دن سیالکوٹ میں افتخار صاحب ہمیں ڈانٹ ڈپٹ دے رہا تھا۔ اسی دن راولپنڈی میں انگریز کمانڈر انچیف جی۔ ایچ۔ کیو کے افسروں کو یہی کچھ کہہ رہا تھا۔ اور میجر جنرل اکبر خان جو راولپنڈی سازش والے مقدمہ میں بعد میں ملوث ہوئے اور اس زمانے میں کرنل تھے۔ انہوں نے لکھ کر انگریز کمانڈر انچیف کو وہی کچھ دیا جو راقم نے اسے سیالکوٹ میں کہا تھا۔ اور یہ بات راقم کو ۱۹۶۸ء میں پتہ چلی جب اکبر خان کی کشمیر کی سازش کے سلسلہ میں کتاب پڑھی۔

ظاہر ہے کہ دنیا کی کسی پیشہ ور فوج کے افسر ایسی تقریریں نہیں کرتے جو ہم نے راولپنڈی اور سیالکوٹ میں سنی تھی۔ تو ہم دونوں پیشہ ور سپاہیوں کے ردعمل ایک جیسے تھے۔ ادھر سازش کا یہ زور تھا۔ لیکن قائد اعظم کو اندھیرے میں رکھا جاتا تھا۔ جب قائد اعظم نے حکم دیا کہ مجاہدین کی مدد کے لئے کچھ نہ کچھ فوج کشمیر میں بھیجی جائے تو اس فوج کے ساتھ ایک قادیانی بریگیڈیر ضیا الدین کو پونچھ کے علاقہ میں بھیجا گیا۔ پونچھ پر مجاہدین قبضہ کرنے والے تھے۔ لیکن ظفر اللہ اور ضیا الدین نے تجرباتی "فائر بندی" کرا کے بھارت کو الٹا موقعہ دیا کہ وہ اپنی پونچھ میں گھری ہوئی افواج کو اور کمک بھیج سکے۔

اور آخر ۱۹۴۸ء مئی کے مہینہ میں جو افواج کشمیر میں داخل ہوئیں وہ سب چھمب جوڑیاں سے شمال یا

شمال مغرب میں تھیں۔ لیکن نوشہرہ۔ راجوری یا اکھنور کے علاقوں میں کوئی فوج نہ بھیجی گئی۔ اور جموں کٹھوعہ روڈ تو خیر بالکل محفوظ رہی۔ ادھر تو مجاہدین کو جانے ہی نہیں دیا جاتا تھا۔ اور اس طرح بھارت والے کشمیر میں اپنی افواج کو کمک بھیجتے رہے۔

قائداعظم کو یہ بتایا گیا کہ اگر بھارت نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو پھر ہم لوگ جموں کٹھوعہ روڈ کو کاٹ دیں گے اور سیالکوٹ کا دفاع ۱۰۳ بریگیڈ کرے گا۔ اور جہلم کے نزدیک سے قاضی باقر کے نمبر ۱۰۰ بریگیڈ تیار بیٹھا رہے گا اور ضرورت پڑنے پر جموں کٹھوعہ روڈ کو کاٹ دے گا۔ لاہور کا دفاع ۱۱۴ بریگیڈ کرے گا۔ اور چودہ نمبر پیرا بریگیڈ ریزرو کا کام کرے گا وغیرہ۔

یہ تجویز بڑی عمدہ نظر آتی تھی۔ راقم ان دنوں یونٹ کے انٹیلیجنس افسر کے طور پر کام کر رہا تھا اور سلیمانکی۔ قصور اور واہگہ تینوں جگہوں سے وابستہ رہ چکا تھا۔ ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں مشرقی پنجاب میں بھارتی افواج بریگیڈیر ہیڈو کے ماتحت اگلے محاذ پر تھیں۔ اور بڑی کمزور قسم کی بٹالین تھیں۔ جن میں غیر لڑاکا لوگ تھے۔ سارا دفاع بکتر بند ڈویژن کی مدد سے کرنا تھا۔ کہ ابھی بٹالین کشمیر یا حیدرآباد کے علاقوں میں تھی اور ہمارا بکتر بند بریگیڈ بھی گجرات پہنچ چکا تھا۔ اس لیے جس دن بھارت نے حیدرآباد پر حملہ کیا اس دن تجویز کے مطابق اگر ہم جموں کٹھوعہ روڈ کاٹ دیتے تو کشمیر میں بھارتی افواج میں بھگدڑ مچ جاتی۔ اور ساتویں اور نویں ڈویژن کی یونٹیں آگے بڑھ کر کشمیر پر قبضہ کر لیتیں۔ مشرقی پنجاب یا راجپوتانہ کے علاقہ میں خاطر خواہ قسم کی اتنی افواج موجود نہ تھیں جو مغربی پاکستان پر حملہ کر سکتیں۔

لیکن جو کچھ ہوا اس سے قوم آگاہ ہے۔ بھارتی افواج حیدرآباد کے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ اور قائداعظم کی وفات کی انتظار تھی۔ کہ حیدرآباد پر دھاوا بولا جائے یعنی سازش اتنی گہری تھی کہ بھارت والوں کو یہ بھی پتہ تھا کہ قائداعظم کا وقت نزدیک آپہنچا ہے۔ اس چیز سے لیاقت علی کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اور راقم نے ۱۹۷۹ء میں اخبار نوائے وقت میں متعدد مضامین لکھے۔ جن کی مدد سے بعد میں ہمارے موجودہ وزیر قانون مسٹر شریف الدین پیرزادہ نے کچھ مضامین لکھے اور لیاقت علی کے اس بھیانک کردار سے پردے اتارے گئے۔

حیدرآباد پر قبضہ کرنے کے بعد بھارتی افواج کو کشمیر لایا گیا۔ اور اکتوبر ۱۹۴۸ء میں انہوں نے آگے بڑھ کر راجوری اور مینڈھر کے متعدد علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اور پاکستانی افواج تماشائی بن کر کشمیر کے چند علاقوں میں بیٹھی رہیں اور جب بھارت کے عزائم مکمل ہو گئے تو نومبر اور دسمبر ۱۹۴۸ء میں ہماری افواج گجرات سے شمال میں بھمبر اور کبوتر گلہ میں اجتماع کیا گیا کیونکہ فائر بندی کا ڈرامہ کرنا تھا۔ اب حیرانگی کی

بات یہ ہے کہ ایسا ڈرامہ بھی سیالکوٹ کے علاقہ سے بہت دور کیا گیا۔ کہ اپنا ایسا اجتماع دیکھ کر کوئی من چلا واقعی جموں۔ کٹھوعہ روڈ پر قبضہ نہ کر لے یا قادیان میدانِ جنگ نہ بن جائے۔

تو اس ڈرامہ میں چونکہ راقم خود شامل تھا تو ذرا تفصیل سے سنئے۔

راقم چودہ برگیڈ کی ایک بٹالین کا انٹلجنس افسر تھا اور اس برگیڈ کو کبوتر گلہ۔ بھمبر کے علاقہ میں لایا گیا۔ کہ یہ برگیڈ بیٹری پتن پر حملہ کرے گا۔ پاکستانی فوج کے سارے توپ خانہ اور متعدد پلٹنوں کو مثلاً ۶ پنجاب First الیف الیف اور ۱۰۔ الیف الیف وغیرہ کو بھی اودھر لایا گیا۔ بڑی تجویز بنائی گئی کہ بیٹری پتن پر قبضہ کر کے دریائے چناب تک کے علاقوں پر قبضہ ہو جائے گا وغیرہ

دراصل یہ سب کچھ مجھ جیسے "سرپھرے" لوگوں کی زبان بند کرنے کے لئے کیا جا رہا تھا۔ کہ ہم کہتے تھے کہ بھارتی فوج دندناتی پھرتی ہے۔ اور ہم بے غیرت ہیں کہ کچھ نہیں کرتے ورنہ حملہ کرنے کا وقت تو ستمبر تھا جب بھارتی افواج حیدر آباد پر حملہ کر رہی تھیں۔ اب تو بھارتی افواج مشرقی پنجاب اور کشمیر کے علاقوں میں آ چکی تھیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بیرڑی پتن پر حملہ کیسے ریچھ اور ہاتھی جیسے پہاڑوں کے ساتھ سر پھوڑنے کی بجائے یہ حملہ جموں۔ کٹھوعہ روڈ پر کیوں نہیں کیا جاتا۔ تو ہمیں کہا جاتا تھا کہ ہم لوگ فوجی حکمت عملی کی باتوں کو نہیں سمجھتے۔

بہرحال دسمبر ۴۸ء کے آخری ہفتوں میں ایک دن توپوں کے دن کھول دئے گئے۔ لیکن حملہ نہ کیا گیا کسی عسکری تاریخ میں ایسے فضول قسم کے فائر کی ساری دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ کہ اتنا فائر کیا جائے اور فوجیں آگے بڑھ کر حملہ نہ کریں۔ دراصل یہ فائر ان لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے کیا گیا جو میری طرح یہ کہتے تھے کہ ہم کچھ نہیں کرتے۔ اور اس فائر کے بعد مشہور کر دیا گیا کہ بھارت کا بڑا نقصان ہوا ہے۔ اور بھارت والے فائر بندی پر تیار ہو گئے ہیں۔ اب کشمیر میں رائے شماری ہو گی۔ یہ سارا کام اور یہ سارا ڈرامہ قادیان سے بہت دور رچایا گیا جس کو پاکستانی فوج کا ایک انگریز میجر جنرل لافٹس ٹائیہم کنٹرول کر رہا تھا جس کو ایک طرف ہمارا انگریز کمانڈر انچیف گریسی ہدایات دیتا تھا۔ تو دوسری طرف جنرل کا تھورن جو لیاقت۔ ظفر اللہ اور سکندر مرزا کے ساتھ مل کر پاکستان کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے۔ اور اس کا ذکر پچھلی قسط میں ہو چکا ہے۔ اس کو بھی انگریزوں کی خفیہ سروس کا ماہر مانا جاتا تھا۔ اور راقم اس کو ذاتی طور پر جانتا تھا کہ وہ میری پرانی رجمنٹ کا تھا۔

فائر بندی کرانے کے بعد انگریز کمانڈر انچیف نے ہماری فوج کو نہ صرف چھاؤنیوں میں محدود کر دیا۔ بلکہ اینٹوں پر چونا لگانا۔ چھاؤنیوں میں پھول اور باغ لگانا اور یونٹوں کے سو سالہ منانے کے کاموں پر لگا دیا بڑے بڑے اجتماع ہوتے تھے جہاں ہماری یونٹوں کے ان کارناموں پر فخر کرنا سکھایا جاتا تھا جو انہوں نے

انگریزوں کے زمانے میں کئے۔ اور یہ چیز ہمارے فوجیوں کے دماغوں میں اتنی پکی ہو چکی ہے کہ آج بھی ہماری افواج وہ جھنڈے اٹھائے پھرتی ہیں جو انہوں نے سرنگاپٹم میں سلطان ٹیپو کے خلاف کیا یا ۱۸۵۷ء میں مہلی کیا۔ یا افغانستان کی تین جنگوں یا پہلی اور دوسری عظیم جنگوں میں کیا۔ ساتھ ہی حکم ملا کہ فوجی تربیت انگریزوں کی پرانی تربیت پر ہوگی۔ اور کشمیر کی جنگ میں افواج نے جو کوئی کام کیا ہے وہ اچھے اسباق نہیں کہ یہ معمولی اور پہاڑی لڑائی تھی۔ انگریزوں کی سازش کی ان باتوں سے تنگ آکر میجر جنرل اکبر خان نے حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جسے ہم راولپنڈی سازش کا مقدمہ کہتے ہیں۔ مجھے اکبر خان کے ساتھ اور اس کے ساتھیوں سے کئی اختلافات ہیں۔ کہ وہ لوگ بھی اسلام سے کافی دور تھے اور بیچ میں فیض احمد فیض جیسے سرخے بھی تھے۔ لیکن کچھ اچھے لوگ بھی تھے۔ کہ وہ انگریزوں کی سازشوں سے تنگ تھے۔ اور بیشک اکبر خان فوجی معاملات کا ماہر تھا۔ ہمارے ایوب خان یا موسیٰ خان، اکبر خان کے مقابلے میں بونے تھے۔

لیکن کمال ہے، قادیانوں کا کہ وہ لوگ اس سازش میں بھی شریک تھے کہ اگر اکبر خان کامیاب ہو جائے تو وہاں بھی ان کی "نمائندگی" ہونی چاہئے۔ وہاں ظفر اللہ کا ہم زلف میجر جنرل نذیر احمد تھا جسے اس مقدمہ میں صرف ایک دن کی سزا ملی اور سویلین نوکری دے دی گئی۔ باقی سازش والے کئی سال جیلوں میں پڑے رہے۔

۱۹۵۱ء میں جب ایوب خان کمانڈر انچیف بن گیا تو فوج میں آواز اٹھی کہ ہماری فوج کو اسلامی فوج بنایا جائے تو ایوب خان نے بات مان لی اور جنرل ہیڈ کوارٹر میں ایک ادارہ کھولا گیا کہ اس سلسلہ میں لوگ یا فوجی ماہرین تجاویز بھیجیں اور ان کا مطالعہ کیا جائے۔ اب لطف کی بات یہ ہے کہ اس ادارہ کا سربراہ بھی کرنل صفدر بیگ کو بنایا گیا جو نہ صرف قادیانی تھا بلکہ مرزا غلام کذاب کی کسی بیوی کا رشتہ دار بھی تھا اور صفدر کی اپنی بیوی عیسائی تھی اس کرنل صفدر نے فوج میں رہتے ہوئے یا بعد میں فوجی فاؤنڈیشن میں رہ کر "قادیانی ازم" کی بڑی خدمت کی۔ اور اس کا اصول یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ماڈرن یا بے دین کر دیا جائے۔ دراصل صفدر کی قسم کے کئی لوگ فوج کے کئی حصوں میں چھا گئے تھے کہ انگریز کمانڈر انچیف جاتے جاتے ایک قادیانی بریگیڈیئر وحید حیدر کو ملٹری سکریٹری بنا گیا۔ اور چونکہ افسروں کی ترقی یا تعیناتی ملٹری سکرٹری کرتا ہے تو اس وحید حیدر نے جگہ بجگہ قادیانی افسر بھر دئے۔ ساتھ ہی یہ طریقہ اختیار کیا کہ قادیانی عورتیں ان لوگوں کے ساتھ شادی کریں جنہوں نے فوج میں ترقی کرنا ہو۔ چنانچہ آدم خان، شیر بہادر، حمید بھوپالی وغیرہ جو قادیانی نہ تھے اور بعد میں ہماری فوج میں جنرل بن گئے ان سب کی بیویاں قادیانی تھیں۔ اس سلسلہ میں افسروں کے لئے "کشش" پیدا کرنے کے طریقے از خود ایک کہانی ہے۔ اور یہ سب لوگ رسول عربی ﷺ کے اسلام کے نفاذ میں رکاوٹ تھے۔

بہرحال ۱۹۵۲ء میں بریگیڈیئر وحید حیدر کے خلاف شور مچ گیا تو ایوب خان نے اسے تبدیل کر دیا۔ لیکن اس

کی جگہ ایک بے دین آدمی برگیڈیر عبدالحمید آیا جس نے بعد میں جنرل یحییٰ کے حواری کے طور پر پاکستان کو دو لخت کر دیا۔ تو قارئین یاد رکھیں کہ انگریز۔ قادیانی اور بے دین لوگوں میں قدرے مشترک ہے۔ اور ابن الوقت یا بے غیرت لوگوں کو یہ لوگ ساتھ ملا کر سازشوں کو پروان چڑھاتے ہیں۔ اور دراصل اصلی "نا شگفتہ" کے راز یہ ہیں۔ اب سیالکوٹ اتنی اہم چھاؤنی تھی لیکن جب امریکنوں کی امداد کے تحت فوج میں بڑھوتری بھی ہوئی تو سیالکوٹ میں فوج ایک ہی برگیڈ رکھی گئی۔ جس کے شروع کے کمانڈر تو غیر قادیانی تھے۔ لیکن جلدی سے وہاں پر ایک قادیانی میاں غلام جیلانی کو ڈویژن کمانڈر بنا دیا گیا۔ کہ اس علاقے سے کوئی ایسی تجویز نہ بنائی جائے جس کے ذریعے سے قادیان میدانِ جنگ بن جائے۔ لیکن ساتھ ہی قادیانی اب مرکز پر قبضہ کرنے یا اس پر کنٹرول کرنے کی سوچ رہے تھے۔ اور اس کام کے لئے جنرل اختر ملک اور اس کے بھائی عبدالعلی ملک کو تیار کیا جا رہا تھا راقم اِن دونوں اور ان کے باپ غلام نبی کو بھی جانتا تھا۔ کہ یہ لوگ بھی میری رجمنٹ کے تھے۔ یہ لوگ پہلے تو تسلیم بھی نہ کرتے تھے کہ وہ قادیانی ہیں۔ انہوں نے اپنی شخصیتوں میں کمال درجہ کی کشش پیدا کر لی تھی اور افسروں کا بڑا گروہ ان کا مداح تھا۔ چنانچہ ایوب خان کے آجانے کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے بھی اختر ملک کے ساتھ یارانہ گانٹھا۔ اور ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں جنرل موسیٰ کی نالائقی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سب کچھ بھٹو اور اختر ملک نے کیا۔ راقم ستمبر ۶۵ء کی جنگ سے پہلے تین سال اس پلٹن کے ساتھ وابستہ تھا جو صدر ہاؤس پر متعین تھا اور اس زمانے میں ان عجیب و غریب ملاپ یا ملاقاتوں کو دیکھتا رہا۔ لیکن بعد میں حالات نے ظاہر کیا کہ یہ ایک سازش تھی۔ اختر ملک اور بھٹو اور ایم ایم احمد بڑی باقاعدگی سے ایک مسٹر سبحان کے گھر میں ملاقاتیں کرتے تھے۔ اور آخر انہوں نے کشمیر میں گوریلا کارروائی شروع کی جس میں لینے کے دینے پڑ گئے۔ اور جنرل موسیٰ آج کل کوشش کر رہا ہے کہ وہ "بے قصور" تھا۔ ایوب خان کو ان لوگوں نے پھانس لیا۔

پوری سازش سے پردہ اٹھانے کے لئے تو ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ لیکن قارئین حیران ہوں گے کہ قادیان کی حفاظت کا اتنا خیال تھا کہ یکم ستمبر ۶۵ء کو بھارت کے خلاف اختر ملک نے جو جارحانہ کارروائی کی وہ چھمب جوڑیاں سے کی۔ نہ کہ سیالکوٹ سے۔ کہ قادیان میدان جنگ نہ بن جائے۔ سیالکوٹ کی حفاظت کے لئے جو بکتر بند دستے گوجرانوالہ میں متعین تھے ان کو بھی چھمب جوڑیاں کی طرف جھونک دیا۔ اور سیالکوٹ کے لنگڑے ڈویژن میں ایک آدھ پلٹن کا اضافہ کر کے اس کو مرالہ۔ سجیت گڑھ۔ شکر گڑھ ظفروال۔ چونڈہ۔ پسرور اور ڈیرہ بابا نانک تک کے علاقوں کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اور جب بھارت کے بکتر بند دستوں نے اس طرف سے حملہ کیا تو اللہ نے لاج رکھ لی۔ اور کچھ جیالے اپنی جانوں پر کھیل گئے ورنہ بھارتی ۹ ستمبر کو وزیر آباد پہنچ گئے ہوتے۔

اب ہمارے لوگ جاگے۔ اور کھیم کرن سے بھی بکتر بند دستے ادھر بھیجے اور جنرل ابرار نے پہلے بھی سیالکوٹ کے محاذ پر اپنی جان پر کھیلنے کا حکم دے دیا تھا۔ تو کچھ علاقہ بچ گیا۔ پھر بھی بھارت کی فوج نے سیالکوٹ کے کافی علاقے پر قبضہ کر لیا۔

بہرحال جنگ کے آخری دنوں سیالکوٹ کے محاذ پر ہمیں پھر برتری حاصل ہو گئی۔ اور ہم جموں۔ کٹھوعہ روڈ پر قبضہ کر سکتے تھے۔ لیکن جنرل صاحبزادہ یعقوب نے کہا کہ اب فائر بندی ہونے والی ہے اور خواہ مخواہ جانوں کا ضیاع ہو گا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صاحبزادہ یعقوب نے ایسا اختر ملک کے بھائی عبدالعلی ملک، قادیانی کے مشورہ سے کیا (واللہ اعلم)

لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ اختر ملک اور عبدالعلی ملک آج بھی ہماری فوج کے بڑے ہیرو مانے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس ہم نے کوئی سبق نہ سیکھا۔ دسمبر ۱۹۷۱ء میں تجویز یہ تھی کہ بھارت جب مشرقی پاکستان پر حملہ کرے گا تو مغربی پاکستان سے بھی حملہ ہو گا اس کے لئے کچھ محدود جارحانہ کارروائیوں کی تجویز بنی اور ایک بھرپور جارحانہ کارروائی کی تجویز تھی۔ خیر بھرپور جارحانہ کارروائی کا وقت نہ آیا یا وہ سازش کا شکار ہو گیا۔ لیکن مغربی پاکستان سے جو محدود جارحانہ کارروائیاں کی گئیں وہ ایک غلط جگہ سے پونچھ کے ساتھ سر چھوڑا۔ جو ایک قصور کے نزدیک قیصر ہند پر حملہ کیا گیا۔ ایک چھمب کی طرف دھاوا کیا۔ لیکن جو محدود یا حملہ کرنے کی جگہ تھی۔ یعنی جموں۔ کٹھوعہ روڈ، وہاں پر محدود کارروائی کو تو چھوڑا جاتے۔ الٹا پسپائی اختیار کی گئی۔ کہ ہم دشمن کو شہ دے رہے ہیں کہ وہ ہمارے علاقے میں اندر گھس آتے۔ اور پھر اس کو ختم کریں گے۔

اب ہم دشمن کو تو ملیا میٹ نہ کر سکے۔ الٹا وسیع علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اور اس علاقہ میں کرنل اکرم شہید اور قیصر ہند میں کرنل غلام حسین شہید نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر ہماری عزت رکھ لی ورنہ سیالکوٹ محاذ پر بُری شکست کھائی۔ اور آگے نہ بڑھے کہ قادیان میدان جنگ نہ بن جائے۔ اور قادیانی جنرل عبدالعلی ملک اس علاقے میں موجود تھا کہ قادیان کی طرف کوئی کارروائی نہ ہو۔ پاکستان اور پاکستان کی عزت کا کس کو خیال تھا۔

"قارئین یہ تو مختصر طور پر قادیانیوں کی اُن سازشوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بالکل ظاہر ہیں لیکن انگریز۔ قادیانی اور بے دین لوگ اسلام کے نفاذ میں جو روڑے اٹکا رہے ہیں اور وہ جو گہری سازش ہے اس پر پردے کسی اگلی قسط میں اٹھائے جائیں گے۔ لیکن راقم ان سب لوگوں سے اس طرح واقف نہیں جس طرح فوج سے واقف ہے صرف عملی طور پر ان غیر اسلامی باتوں سے پردہ اٹھائے گا۔ اور یہ تجربہ واقعاتی ہو گا۔ زبانی کلامی جمع تفریق نہ ہو گی اور مہروں کا زیادہ ذکر نہ ہو گا لیکن قارئین اندازہ تو لگائیں کہ ان دو قسطوں میں راقم نے کتنے مہروں کا ذکر کر دیا ہے لیکن قوم آج بھی ان باتوں سے بے خبر ہے۔ اور راقم پر بھی ان میں سے اکثر چیزیں اب وارد ہوئیں۔ وما علینا الا البلاغ (جاری ہے)